(۱۳۹) ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، مجلس نشریات اسلام، کراچی،
۱۹۷۶ء، ج:۱، ص:۵۱۔
(۱۴۰) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۸۔
(۱۴۱) علاوالدین علی متقی، کنزالعمال، (حدیث نمبر ۱۳۹۳۰)، موسۃ الرسالۃ، بیروت،
۱۹۷۹ء، ج:۵، ص:۵۵۳۔
(۱۴۲) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۸۔
(۱۴۳) ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۷۔
ابویعلی، الاحکام السلطانیہ، ص:۷۴۔
(۱۴۴) صبحی صالح، النظم الاسلامیہ، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۶۸ء، ص:۳۲۶۔
عمر رضا کحالہ، مباحث اجتماعیہ فی عالم العرب والاسلام، دمشق، ۱۹۷۴ء، ص:۲۳۶۔
(۱۴۵) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، ص:۱۳۷۔
(۱۴۶) یعقوبی، تاریخ یعقوبی، ج:۲، ص:۲۴۰۔
(۱۴۷) امام ابو یوسف، کتاب الخراج، ص:۱۲۸۔
(۱۴۸) یعقوبی، تاریخ یعقوبی ج:۲، ص:۲۳۹۔

بر صغیر میں علم الافتاء ایک مختصر تاریخی جائزہ

تحریر: پروفیسر محمد یوسف فاروقی، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على رسوله المصطفى امابعد

اسلامی معاشرہ میں شریعت (دستور و قانون) کی تعلیم و تربیت کا شروع سے ہی خاص اہتمام کیا جاتا رہا ہے، اس لئے کہ اسلامی معاشرہ بنیادی طور پر دستور و قانون کا پابند ہوتا ہے۔ اور ہر فرد عبادت کے طور پر شریعت پر عمل درآمد کرتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل کیلئے شریعت کی تعلیم و تربیت کا ایک جامع اور ہمہ گیر نظام قائم فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے قائم کردہ نظام تعلیم کا ایک شعبہ نظم افتاء بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اسے رواج دیا کہ لوگوں کو اپنی عملی زندگی میں جب کبھی کوئی دستوری یا قانونی الجھن پیش آئے یا قانون کی تعبیر و تشریح میں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو وہ بلا جھجھک رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیا کریں۔

تعلیم شریعت کا یہ براہ راست منہج تھا جو آپ ﷺ نے متعارف کرایا۔ چنانچہ عہد رسالت میں یہ ایک مقبول انداز تعلیم تھا کہ لوگوں کو جب کبھی قانون و دستور کے متعلق کوئی الجھن پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ سے مسئلہ دریافت کرتے اور آپ ﷺ انکی عملی الجھن کو دور فرماتے اور مسئلہ کا انہیں جواب دیتے؛ یہی چیز قرآن کریم کی اصطلاح میں افتاء کہلاتی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

و یستفتونک فی النساء (النساء ٤:١٢٧)

اے محمد ﷺ! سے آپ ﷺ سے خواتین کے بارے میں مسئلہ پوچھتے ہیں

اسی طرح مسئلہ وراثت کے بارے میں ارشاد ہے۔

یستفتونک، قل الله یفتیکم فی الکلالہ (النساء ٤:١٧٦)

کہ لوگ آپ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں شریعت کا حکم جاننا چاہتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کلالہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے۔

فقہاء کے نزدیک اتاء کا مفہوم کسی مسئلہ کے بارے میں شریعت کے حکم سے آگاہ کرنا یا شریعت کے نقطہ نگاہ کی وضاحت کرنا ہے۔

عہد رسالت میں جب اسلامی معاشرہ وسیع علاقہ میں پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے تربیت یافتہ بعض صحابہ کرامؓ کو اجازت عطاء فرمائی کہ وہ بھی لوگوں کو فتویٰ دے

سکتے ہیں۔ ان صحابہ کرامؓ میں سر فہرست حضرت ابو بکرؓ تھے۔

مسلم معاشرہ میں عہد رسالت میں دو اداروں کے قیام کی طرف خاص توجہ دی گئی ایک عدلیہ کا قیام اور دوسرے نظم افتاء۔ نظام قضا کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کرے اور قانون کو اس کی روح کے ساتھ جاری و نافذ کرے۔ اور نظم افتاء کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ قانون کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں لوگوں کی مدد کرے۔ جس طرح قضا کا ادارہ بے لاگ اور بلا معاوضہ انصاف مہیا کرتا تھا اسی طرح افتاء کا ادارہ بغیر بھی کسی معاوضہ اور فیس کے قانونی مشورے دیتا تھا۔ مفتی صرف زبانی مسئلہ ہی نہیں بتاتا تھا بلکہ وہ بوقت ضرورت تحریری طور پر قانون کی وضاحت کرتا تھا اور اگر تعبیر و تشریح میں کوئی الجھن پیدا ہوتی تو وہ تعبیر و تشریح کے اصولوں کی روشنی میں دلائل کے ساتھ اس کی وہ تعبیر پیش کرتا تھا جو شریعت کی روح اور منشاء سے زیادہ قریب ہوتی اس طرح دارالافتاء کا یہ ادارہ لوگوں میں نہ صرف یہ کہ علم شریعت کی اشاعت کا سبب بنا بلکہ عام لوگوں میں وہ احساس وشعور بھی اجاگر کرتا رہا۔ جو قانون اور دستور پر عمل درآمد کرنے کیلئے ضروری ہوتا ہے۔

اس مختصر مضمون میں افتاء کے آغاز وارتقاء اور تاریخ پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف برصغیر کے حوالہ سے اس پر گفتگو کرنا اور اس خطہ میں اس کے ارتقاء اور تاریخ پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

علم الافتاء ایک ایسا فن ہے جس کی طرف سب سے زیادہ توجہ فقہاء احناف نے دی ہے۔ انہوں نے علمی لحاظ سے بہت وقیع، جامع اور مدلل فتاوی مرتب کئے۔ اس میدان میں عام لوگوں کی رہنمائی کیلئے عظیم الشان فتاوی مرتب کیے بعد کے ادوار میں مرتب ہونے والی کتب فقہ میں جابجا ان فتاوی کے حوالے ملتے ہیں۔

ہندوستان میں افتاء کے قیام اور فتاوی کی تدوین میں یہاں کے حکمرانوں کا اہم کردار رہا ہے غالباً غیاث الدین بلبن (۶۶۴ھ۔۶۸۶ھ) پہلا حکمران تھا جس نے برصغیر کے علماء کی توجہ تدوین فتاوی کی طرف مبذول کرائی۔ بلبن نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ ہندوستان کے حالات اور یہاں کے علاقہ کی ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک ایسا مجموعہ فتاوی مرتب ہونا چاہیے جو عدالتی ضروریات کو پورا کرسکے۔ غیاث الدین بلبن نے اس مقصد کے لئے بہت سے علماء وفقہاء کو دار الحکومت دہلی میں جمع کرلیا۔ اہل علم فن کے اجتماع سے دہلی علوم وفنون کا گہوارہ بن گیا تھا۔ بلبن کی توجہ اور دلچسپی کو دیکھتے ہوئے اس دور کے معروف فقیہ شیخ داود بن یوسف الخطیب نے ایک مجموعہ فتاوی مرتب کیا جو فتاوی غیاثیہ کے نام سے معروف ہے۔

شیخ داود نے فقہاء احناف کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ مجموعہ مرتب کیا اور اس میں

احناف کی آراء اوران کے دلائل کو بیان کیا ہے۔ یہ مجموعہ چونکہ اہل علم کی رہنمائی کیلئے مرتب کیا گیا تھا اسلئے عربی زبان میں مرتب کیا گیا۔ عربی زبان اس دور میں ہندوستان کی علمی زبان کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ فتاوی غیاثیہ ایک عرصہ تک متداول رہا اور قضاۃ و مفتیان کرام کے لئے ایک حوالہ کی کتاب کی حیثیت سے استعمال ہوتا رہا۔

غیاث الدین نے جو علمی روایت قائم کی تھی بعد میں آنے والے حکمرانوں نے اسے مزید آگے بڑھایا چنانچہ جلال الدین فیروز خلجی (متوفی ۶۹۵ھ) نے بھی فتاوی کی تدوین میں گہری دلچسپی لی۔ اس نے اپنے دور کے مشہور مفتی مظفر کرامی کی توجہ ایک نئے مجموعہ فتاوی کی طرف مبذول کرائی۔ مظفر کرامی نے عام لوگوں کی سہولت کے لئے فقہی احکام و مسائل کو سوال و جواب کے انداز میں جمع کیا۔ لیکن ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس منصوبہ کو تکمیل تک نہ پہچا سکے۔ ان کی وفات کے بعد قبول خان قراخان نے باقی حصہ مکمل کیا' یہ فتاوی اسی کی طرف منسوب ہوگیا۔ فتاوی قراخان فارسی زبان میں مدمون ہوا تھا' اس مجموعہ مین بھی احناف کے فقہی اصولوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس مین جابجا فقہاء احناف کی کتابوں کے حوالے ملتے ہیں

ہندوستان کے حکمرانوں کی علم فقہ میں دلچسپی کا انداز اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے فقہ کے موضوع پر بعض اہم مخطوطات کی اشاعت کا اہتمام بھی کیا۔ مظفر کرامی کے ایک مخطوطہ کو ان کی وفات کے بعد فیروز شاہ تغلق (۷۵۲ھ-۷۹۰ھ) نے شائع کرایا۔ یہ کتاب فقہ فیروز شاہی کے نام سے شائع ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ فتاوی قراخان کا وہ حصہ جو مظفر کرامی کا مدون کردہ تھا اور وہ فتاوی میں شامل نہ کیا جاسکا تھا۔ اسے بعد میں فیروز شاہ تغلق نے علیحدہ فقہ فیروز شاہی کے نام شائع کرایا ہو۔ فقہی مسائل پر ایک اور کتاب ؛فوائد فیروز شاہی ؛ کے نام سے ملتی ہے' یہ کتاب شرف محمد عطا کی مرتب کردہ ہے۔ سلطان محمد تغلق (متوفی ۷۵۹ھ) کے عہد میں امیر تاتار خان وزیر تھا۔ اسے اپنے علم اور فراست کی وجہ سے مملکت میں بہت عزت و توقیر حاصل تھی' علم فقہ اور تفسیر میں اسے عبور حاصل تھا' تفسیر قرآن کا اعزاز بھی اسے حاصل ہے۔ شیخ فرید الدین عالم بن علاء (م ۷۸۶ھ) اس دور کے عظیم فقیہ تھے' تاتار خان ان کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کے علم و تقوی سے متاثر تھے۔ شیخ فرید الدین نے ایک عظیم الشان فتاوی کی تدوین کا کام اس کے دور میں انجام دیا۔ یہ فتاوی تیس جلدوں پر مشتمل ہے اور فتاوی تاتارخان کے نام سے مشہور ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے آواخر اور نویں صدی ہجری کے آغاز میں گجرات کے قاضی القضاۃ حماد الدین احمد بن قاضی اکرم نے مفتی رکن الدین ناگوری سے ایک مجموعہ فتاوی مرتب کرنے کی درخواست کی' مفتی ناگوری گجرات کے مشہور فقیہ تھے' انہوں نے اپنے صاحب زادے مفتی داود ناگوری

کے ساتھ ملکر فتاوی کی تدوین وترتیب کا کام کیا'اس مجموعہ فتاوی کے خصوصیت یہ ہے کہ اس میں متفق علیہ اقوال جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ متقدمین فقہاء کی کتابوں کے اس میں کثرت سے حوالے ملتے ہیں۔ یہ فتاوی اگرچہ احناف کے اصول وآراء کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں شافعی مدرسہ فکر کی امہات کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے'یہ مجموعہ فتاوی حمادیہ کے نام سے موسوم ہے۔

سلطان ابراہیم بن خواجہ جہاں (متوفی ۸۴۷ھ) جونپور کے سلطان تھے'ان کی تحریک پر قاضی احمد بن محمد نظام الدین جونپوریؒ نے مسائل واحکام پر مشتمل ایک مجموعہ مرتب کیا یہ مجموعہ : فتاوی ابراہیم شاہی : کے نام سے مشہور ہے۔ یہ فتاوی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ عبادات پر مشتمل ہے اور عام لوگوں کی سہولت کیلئے ہے اسی لئے یہ حصہ عربی میں مرتب کیا گیا ہے۔

مغل حکمرانوں کے دور میں ایک مجموعہ فتاوی شیخ محمد امین بن عبیداللہ مومن آبادی نے فارسی میں مرتب کیا تھا۔ شیخ محمد امین مومن آبادی نے ۹۴۸ھ کے لگ بھگ یہ علمی کام انجام دیا۔ یہ زمانہ ہمایوں کی حکمرانی کا ہے۔اس مجموعہ کا نام فتاوی امینیہ ہے اور مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے۔(۱)

ظہیر الدین بابر (۹۳۲ھ ـ۹۳۷ھ) بھی علم فقہ کی خدمت اپنا کردار ادا کرتا ہے۔بابر انتظامی اور عسکری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ علم وفنون میں بھی گہری دلچسپی رکھتا تھا فارسی اور ترکی زبانوں پر گہرا عبور رکھتا تھا'فن خطاطی سے اسے خاصد لچسپی تھی۔ مستقل کا بانی بھی ہے جو خط بابری کہلاتا ہے۔بابر کے اصرار پر شیخ نورالدین خوانی نے فتاوی مرتب کیا۔ یہ مجموعہ فتاوی بابری کے نام سے معروف ہے پٹنہ لائبریری میں اس کا نسخہ موجود ہے۔(۲)

اورنگ زیب عالمگیرؒ (۱۰۶۸ھ ـ۱۱۱۸ھ) نے فتاوی کی تدوین کو اپنے دور میں بہت عروج پر پہنچایا۔ عالمگیر خود فقہی اصول وکلیات پر گہری نظر رکھتا تھا اور علماء و فقہاء کے ساتھ علمی مجالس کا اہتمام کرتا تھا۔اس نے ایک ایسے مجموعہ فتاوی کی ضرورت کو محسوس کیا جس میں مفتی بہ آراء کو لیا جائے اور اگر ایک سے زائد اقوال موجود ہوں تو دلائل کی بنیاد پر جو رائے قابل ترجیح ہو اسے لیا جائے 'اور اگر دلائل کی بنیاد پر کوئی رائے قابل ترجیح نہ ہو تو اس صورت میں تمام اقوال کو بیان کردیا جائے۔

اس عظیم منصوبہ کیلئے عالمگیر نے شیخ نظام الدین برہان پوری کی سربراہی میں ایک بہت بڑی کمیٹی تشکیل دی جس میں ہندوستان کے چیدہ وجید علماء شریک تھے۔

فتاوی کا یہ مجموعہ جو : فتاوی عالمگیری : کے عنوان سے مشہور ہے تقریباً آٹھ سال کے عرصہ میں مکمل ہوا۔اس تمام عرصہ میں عالمگیر خود ملکی نظم ونسق اور امور مملکت سے وقت نکال کر باقاعدہ شیخ نظام الدین برہان پوری اور ان کی کمیٹی کے دیگر اراکین کے ساتھ بیٹھکر اس فتاوی کی تدوین اور فقہی مسائل پر گفتگو کیا کرتا تھا اور بہت سے مسائل میں اس کی اپنی رائے بھی بہت عالمانہ ہوتی تھی۔

فتاوی عالمگیری کی تدوین میں جن فقہاء نے کام کیا ہے ان سب کے حالات زندگی اور تفصیلی تعارف کا ابھی تک کسی نے اہتمام نہیں کیاالبتہ اس کمیٹی کے تقریباً ۲۸افراد کے حالات کو مختصراً جمع کیا گیا ہے (۳)

بر صغیر کے یہ ان چند فتاوی کاذکر ہے جو مسلم حکمرانوں کے دور میں مدون کیے گئے تھے ان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کے تقریباً تمام پہلوؤں پر خواہ ان کا تعلق دینی امور سے ہو یا اجتماعی زندگی سے شریعت کا نقطہ نگاہ واضح کر کے امت کی رہنمائی کی گئی ہے۔ ان فتاوی میں ایک ارتقائی سلسلہ بھی نظر آتا ہے ان مجموعہ فتاوی سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں مجموعہ فتاوی کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس ضرورت کے پیش نظر فتاوی مدون ہوتے رہے۔ دوسرے یہ کہ ہر دور اور حالات کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر فروعی مسائل کی تشریح و تعبیر کی گئی اور انہیں شریعت کے اصولوں کے ساتھ اہم آہنگ کیا گیا۔ تیسری چیز یہ نظر آتی ہے کہ مذکورہ تمام فتاوی فقہاء احناف کے اصولوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیے گئے۔

غیاث الدین بلبن کے عہد سے لیکر عالمگیر کے عہد تک فتاوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بر صغیر میں عوام علماء اور حکمرانوں تینوں کے نزدیک حنفی مکتب قانون ہی ایسا ہے جو یہاں کے لوگوں کی اجتماعی معاشی و معاشرتی زندگی کے مسائل سے متعلق ایسے رہنما اصول مہیا کرتا ہے جو ایک طرف شریعت کی روح سے مطابقت رکھتے ہیں تو دوسری طرف ان کی قانونی تطبیق اور عملی نفاذ میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

علمی اور فنی اعتبار سے ساتویں صدی ہجری سے لیکر بارہویں صدی ہجری تک فتاوی میں جو ارتقاء ہوا اس کا انداز اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ فتاوی عالمگیری کئی صدیوں تک احکام و مسائل کی ایک جامع اور مستند کتاب کی حیثیت سے متداول رہا ہے اور ہندوستان کے عدالتی نظام میں اس کا کردار بہت موثر رہا ہے حتی کہ تقسیم ہند کے بعد بھی علماء کے ایک طبقہ کی رائے یہ رہی ہے کہ فتاوی عالمگیری آج بھی شریعت کے نفاذ اور آج کے عدالتی نظام کیلئے ایک مفید مجموعہ ہے۔

ہندوستان پر استعماری قوتوں کے غلبہ کے بعد فتاوی کا یہ ارتقائی سلسلہ رک گیا اس لئے کہ انگریزوں کے تسلط کے بعد عدالتی نظام کی رہنمائی کیلئے مذکورہ طرز کے مجموعہ فتاوی کی ضرورت نہیں تھی۔ البتہ اسلامیان ہند کی دینی رہنمائی اور تبدیل شدہ حالات میں جو مسائل لوگوں کو پیش آرہے تھے ۔ان میں شریعت کا نقطہ نگاہ بتانے کیلئے علماء نے افتاء کے ادارہ کو کسی نہ کسی شکل میں محفوظ رکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کی مساعی اس سلسلہ میں قابل قدر ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بعد شاہ عبداللہ العزیزؒ کی شخصیت لوگوں کیلئے مرکزی حیثیت رکھتی

تھی' لوگ اپنے روز مرہ کے امور کے علاوہ اس دور کے معاشرتی اور سیاسی معاملات کے بارے میں بھی ان سے مسائل پوچھا کرتے تھے اور شاہ عبدالعزیز ان کے جواب تحریری طور پر دیا کرتے تھے' ان استفتاء اور فتاوی کو بعد میں کتابی شکل میں جمع کر دیا گیا جو فتاوی عزیزی کے عنوان سے شائع ہوا۔

فتاوی عزیزی میں زیادہ تر وہ فقہی احکام بیان کئے گئے ہیں جو اس خطہ کے لوگوں کو انگریزوں کے دور حکمرانی میں عملا درپیش تھے' مثلا رشوت' سود' انگریزوں کی ملازمت' انگریزی تعلیم اور شادی بیاہ کے رسوم ورواج وغیرہ۔

فتاوی عزیزی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک فقہ کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس لئے کہ اس فتاوی میں کلامی مباحث بھی ہیں اور مسائل تصوف بھی' عبادات سے متعلق احکام بھی ہیں اور سیاست و خلافت کے مسائل بھی' احکام عقائد پر بھی گفتگو کی گئی ہے اور فقہی اصول و کلیات بھی مذکور ہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے احکام و مسائل کی تشریح و وضاحت میں عام طور پر فقہاء احناف کے اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے' اس فتاوی میں شاہ صاحب نے کچھ قواعد فقہیہ کو بھی بیان کیا ہے۔ اس طرح فتاوی عزیزی کا بغور مطالعہ کرنے والے میں صرف احکام سے ہی واقفیت نہیں ہوتی بلکہ فقہی بصیرت بھی اجاگر ہوتی ہے اور قاری فقہی مسائل کو بہتر طور پر سمجھنے لگتا ہے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے بعض فتاوی بہت معرکتہ الآراء ہیں۔ مثلا یہ کہ انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ شاہ صاحب کے اس فتوی نے مستقبل میں آزادی کی تحریکوں کیلئے راہ ہموار کی۔ اسی طرح انگریزوں کی ملازمت کی بعض صورتوں کو مکروہ بعض کو حرام اور بعض کو مفضی الی الکفر قرار دیا۔ (۴)

شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد افتاء کا ادارہ اس انداز سے تو باقی نہ رہا جس انداز پر شاہ صاحبؒ نے اسے استوار کیا تھا۔ لیکن بعض علماء اور دینی مدارس نے دارالافتاء قائم کئے جہاں سے لوگوں کو دینی و شرعی احکام سے متعلق رہنمائی ملتی رہی۔ ان فقہاء اور دینی مدارس نے فتاوی کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا باقاعدہ اہتمام کیا۔

علماء فرنگی محل کی وجہ سے لکھنو کو علمی شہر کا مرتبہ حاصل ہوا۔ خاص طور پر بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی (م ۱۲۳۵ھ) کی وجہ سے کہ انہیں اپنے دور کا بہت بڑا فقیہ کہا جاسکتا ہے۔ ان کے بعد مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) ہیں جنہوں نے علم فقہ پر بہت کام کیا۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد افتاء کا باقاعدہ اہتمام کیا' اور اس خطہ کے لوگوں کی شرعی امور سے متعلق رہنمائی کی۔ ان کے فتاوی کا مجموعہ تین جلدوں میں شائع ہوا ہے

جو فتاوی مولانا عبدالحی کے عنوان سے معروف ہے۔

مولانا سید نذیر حسین (متوفی ۱۳۲۰ھ) نے بھی افتاء کی طرف خاص توجہ دی۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں جو فتاوی دیے انہیں بعد میں ان کے شاگردوں مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری (م ۱۳۵۰ھ) نے دو جلدوں میں ۱۹۱۳ء میں دہلی سے شائع کیا تھا' پاکستان میں اہل حدیث اکادمی نے مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے توجہ دلانے پر اس فتاوی پر کام کرایا۔ اس کی بعض عربی و فارسی عبارتوں کے تراجم کئے اور اسے تین جلدوں میں شائع کیا۔ یہ مجموعہ فتاوی نذیر کے نام سے شائع ہوا۔

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (م۔ ۱۳۲۳ھ) کا مرکز اگرچہ یو۔پی کا ایک قصبہ تھا لیکن شاہ عبدالعزیزؒ کی طرح تزکیہ و سلوک اور تربیت باطن کی وجہ سے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی تھی۔ تصوف و سلوک کے ساتھ تفقہ میں بھی انہیں بہت بلند مقام حاصل تھا۔ چنانچہ تربیت و سلوک کے ساتھ دین کی تعلیم اور افتاء کا سلسلہ جاری رہا اور عقائد سے لیکر زندگی کے بے شمار عملی پہلوؤں سے متعلق انہوں نے فتاوی جاری کئے۔ ان کے جاری کردہ فتاوی کو ان کے انتقال کے بعد مدون و مرتب کر دیا گیا اور وہ فتاوی رشیدیہ کے عنوان سے طبع ہو چکے ہیں۔

چودھویں صدی ہجری کے فقہاء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (متوفی ۱۳۶۲ھ) کا دائرہ اثر بہت وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ انہوں نے تصوف و تفقہ 'شریعت و طریقت کو علمی انداز میں یکجا کیا خانقاہ اور دارالافتاء دونوں نے یکجا ہو کر کام کیا۔ تزکیہ نفس 'سلوک و ارشاد کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا اور تعلیم کتاب و حکمت کا بھی 'اصلاح و کردار سازی کے کام میں دارلافتاء بھی شریک تھا۔

احکام و مسائل کا تعلق دینی امور سے ہو یا عبادات سے 'معاملات سے ہو یا معاشرتی زندگی کے کسی پہلو سے سیاست سے ان کا تعلق ہو یا نظم معیشت سے 'غرض ہر شعبہ زندگی سے متعلق مولانا کے فتاوی موجود ہیں۔ مولانا تھانوی کے فتاوی کی خاص بات یہ ہے کہ قرآن و سنت سے استنبا واستدلال کے ساتھ ساتھ عقلی توجیہ اور حکمت کو بھی بہت خوبصورت اور دلچسپ انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت تھانویؒ کا مجموعہ ؛فتاوی امداد الفتاوی ؛کے عنوان سے پاکستان اور بھارت میں کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ پاکستان میں امداد الفتاوی چھ جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ (۱۳۴۰ھ) کے بھی فتاوی کے دو مجموعے موجود ہیں ایک فتاوی افریقہ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے 'اس میں اٹھائے گئے سوالات کے جوابات اختصار کے ساتھ دئے گئے ہیں۔ دوسرا مجموعہ فتاوی بسیط ہے جو 'العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کے نام سے شائع ہوا۔ اسکے کئی ایڈیشنز بھارت اور پاکستان سے شائع ہوئے اب اس فتاوی کو بڑی خوبصورتی

سے جدید ترتیب اور عربی عبارات و حوالہ جات کی تخریج اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کر کے رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے استفادے کیلئے مزید آسان بنادیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری (متوفی ۱۳۶۸ھ) اپنے دور کے مشہور مناظر تھے 'قادنیوں عیسائیوں اور آریاؤں کے ساتھ انکے اکثر مناظرے ہوتے رہتے تھے' مولانا نے مناظرانہ اسلوب میں بھی علمی انداز کو بر قرار رکھا ہے مولانا امرتسری 'اپنے شہر امرتسر سے مختلف اخبار ورسائل بھی نکالتے رہے ان میں اہل حدیث نمایاں مجلہ ہے اس رسالہ میں دینی مضامین کے علاوہ لوگوں کے استفسارات اور جوابات کا سلسلہ بھی ہوتا تھا' ویسے بھی مولانا امرتسری کے پاس احکام و مسائل سے متعلق استفتاء آتے رہتے تھے اور مولانا ان کے جواب پابندی سے دیا کرتے تھے۔

مولانا کے انتقال کے بعد ان کے فتاوی کو فقہی ترتیب سے مولانا محمد داؤد نے مرتب اور مولانا شرف الدین دہلوی نے تہذیب و تزئین کا کام کیا۔ یہ مجموعہ فتاوی دو جلدوں میں فتاوی ثنائیہ کے نام شائع ہوا ہے۔

مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی (متوفی ۱۳۷۲ھ) ہندوستان کے معروف فقہاء میں شمار ہوتے ہیں وہ طویل عرصہ تک مدرسہ امینیہ اور مدرسہ عالیہ فتحپور دہلی میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے اسی دوران انہوں نے سہ روزہ الجمعیۃ نکالنا شروع کیا' اس میں ایک کالم فتاوی کیلئے مخصوص تھا یہ کالم حوادث و احکام کے عنوان سے شائع ہوتا تھا' افتاء میں مولانا کی شہرت صرف ہندوستان تک ہی محدود نہیں بلکہ بیرون ہند سے بھی لوگ فتوی کیلئے ان سے رجوع کرتے تھے۔

مفتی کنایۃ اللہ صاحب کے فتاوی کو انکی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے مولانا حبیب الرحمٰن واصف نے مدون و مرتب کیا۔ یہ مجموعہ فتاوی کفایت المفتی کے نام سے آٹھ حصوں پر مشتمل چار جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں مکتبہ امداد ملتان نے اسے نو جلدوں میں شائع کیا۔ (۵)

افتاء کو ایک ادارہ کی شکل دینے کا کام دارالعلوم دیوبند نے کیا' انگریز کے دور استعمار میں دارالعلوم کے ارباب حل و عقد نے محسوس کیا کہ افتاء کے نظم کو ایک ادارہ کی صورت میں منظم کیا جائے اور دارالعلوم کی عالمگیر شہرت کی وجہ سے اطراف عالم سے کثرت کے ساتھ استفتاء کا جو سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اسے با حسن و خوبی پورا کیا جائے۔ چنانچہ دارالافتاء م کے قیام کی تجویز ۱۳۰۴ھ میں پیش کی گئی

اس تجویز کے مختلف عملی اور انتظامی پہلوؤں پر غور و فکر کے بعد ۱۳۱۰ھ میں باقاعدہ دارالافتاء کا قیام عمل میں لایا گیا' مفتی عزیز الرحمان صاحب کو بحیثیت مفتی ذمہ داری سونپی گئی۔

مفتی عزیز الرحمان ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۴۴ھ تک افتاء کی نگرانی کرتے رہے اور اس ۳۵ سال

کے عرصہ میں سینکڑوں فتاوی جاری کئے۔ دارالافتاء میں کچھ دیگر حضرات بھی ان کی معاونت کرتے رہے

مفتی محمد شفیع صاحب بھی دارالعلوم کے دارالافتاء سے وابستہ رہے ہیں' انہوں نے پہلے ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۵۴ھ تک افتاء کی ذمہ داریاں نبھائیں' پھر دارالافتاء سے تدریسی شعبہ میں ان کا تبادلہ کر دیا گیا لیکن ۱۳۵۸ھ میں یہ منصب پھر ان کے حوالہ کیا گیا۔ ۱۳۶۲ھ تک انہوں نے حثیت مفتی فرائض انجام دئے۔

دونوں حضرات کے جاریکردہ فتاوی کو کتابی شکل میں مدون کیا گیا' اور تدوین و ترتیب کا فریضہ محمد شفیع صاحب نے انجام دیا۔ یہ مجموعہ فتاوی : فتاوی دارالعلوم دیوبند کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس مجموعہ میں مفتی عزیزالرحمان کے مجموعہ کا نام عزیزالفتاوی ہے اور مفتی محمد شفیع صاحب کے مجموعہ کا نام امداد المفتین ہے۔ فتاوی دارالعلوم دیوبند ہندوستان میں کتب خانہ رحیمیہ دیوبند سے شائع ہوا تھا' پاکستان میں ادارہ المعارف' دارالعلوم کراچی سے مفتی محمد شفیع صاحب کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔(٦)

دارالعلوم دیوبند نے جس انداز سے دارالافتاء کو ایک ادارہ کی صورت میں قائم کیا تھا' بعد میں برصغیر کے اکثر بڑے دینی مدارس نے اسی انداز سے دارالافتاء قائم کئے' ان میں باقاعدہ مفتی نائب مفتی اور معاون مفتی مقرر ہوتے ہیں۔ اور وہ فتاوی نویسی کا کام زیادہ منظم انداز میں کرتے ہیں ان دینی مدارس کے دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاوی کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ ریکارڈ کو باقاعدہ مرتب رکھنے کی وجہ سے ان فتاوی کی اشاعت کا کام آسان ہو گیا ہے' لیکن بہت سے مدارس اپنے وسائل کی کمی کی وجہ سے ان فتاوی کو شائع نہیں کر سکتے۔

شائد ہر مدرسہ سے جاری ہونے والے فتاوی کو شائع کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے اس لئے کہ اکثر مفتی حضرات تو صرف فتوی نقل کرنے والے ہوتے ہیں لہذا ان کے فتاوی کے اشاعت کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ وہ مجموعہ فتاوی موجود ہیں جن سے انہوں نے فتوی نقل کیا ہوتا ہے۔ البتہ ان مفتیاں کرام کے فتاوی کی اشاعت کی ضرورت ہے۔ جنہیں واقعی تفقہ اور بصیرت حاصل ہے اور جو شریعت کے مآخذ و مصادر سے استدلال واستنباط کرنیکی صلاحیت رکھتے ہیں اور اس کی جھلک ان کے فتاوی میں نظر آتی ہے۔

ہمارے معاصر مفتیان کرام میں مفتی رشید احمد صاحب کا مجموعہ فتاوی جو احسن الفتاوی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ ابتک اسکی آٹھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ فتاوی لٹریچر میں ایک اہم اور قابل قدر اضافہ ہے۔

احسن الفتاوی میں مفتی صاحب نے عقائد پر فرق باطلہ کے حوالہ سے مدلل بحث کی ہے اور

موجودہ دور کی فکری و عملی بدعات کارد کیا ہے۔ فقہی مسائل میں اصل کتابوں کے کثرت سے حوالے ملتے ہیں 'بسااوقات اردو میں جواب مختصر ہوتا ہے لیکن اصل عربی مآخذ سے حوالہ جات زیادہ ہوتے ہیں۔ ایک اہم خصوصیت اس فتاوی کی یہ ہے کہ وہ مسائل جن میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے تو ان میں راجح قول کو متن میں ذکر کیا جاتا ہے اور علماء کے اختلاف اور دلائل کو حواشی میں اس طرح یہ مجموعہ فتاوی اہل علم کیلئے مفید ذخیرہ ہے۔

سمت قبلہ اور اس کے تعین پر مفتی رشید احمد نے طویل بحث کی ہے اور حسابی قواعد کے ذریعہ یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ قبلہ کا تعین کس طرح کیا جاسکتا ہے 'مسئلہ کو سمجھانے کیلئے گراف بھی دیئے ہیں۔

صبح صادق کے وقت میں مفتی صاحب جمہور علماء سے اختلاف رکھتے ہیں 'اس مسئلہ پر دلائل کے ساتھ سیر حاصل بحث کی ہے اور اپنی رائے کے حق میں اچھے دلائل جمع کردیئے ہیں۔(۷)

برصغیر میں لکھے گئے فتاوی کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جن کا تذکرہ ہم نے اس مقالہ میں کیا ہے۔ ان میں زیادہ تر مختصر ہیں لیکن کچھ مطول بھی ہیں 'مطبوعہ بھی ہیں اور غیر مطبوعہ بھی اس مختصر مضمون میں ان تمام کتب فتاوی کا ذکر ممکن نہیں 'ہم نے صرف ان منتخب فتاوی کا تذکرہ کیا ہے جنکی حیثیت مسلم ہے اور جو فقہاء اور اہل علم میں متداول رہے ہیں۔

اردو زبان میں ایک ایسے مجموعہ فتاوی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس میں جدید مسائل پر شریعت کے نقطہ نگاہ کو مدلل انداز میں بیان کیا جائے۔ اگرچہ بہت سے نئے مسائل 'افکار اور معاشی و معاشرتی اداروں کے بارے میں الگ الگ موضوعات پر علماء نے مضامین لکھے ہیں 'کچھ موضوعات پر پمفلٹ یا کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں بلیکن اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ تمام مواد ایک مجموعہ فتاوی کی شکل میں آجائے۔ اگر علماء کا ایک بورڈ یہ کام انجام دے تو نتیجہ خیز اور مفید ثابت ہوگا۔

عرب دنیا میں مجمع الفقہ الاسلامی اور اس طرز کے اور ادارے اچھا علمی کام کر رہے ہیں 'بھارت میں اسلامک فقہ اکیڈیمی کی کاوشیں قابل قدر ہیں۔ پاکستان میں ابھی اس نہج پر کوئی منظم و مربوط کام شروع نہیں ہوا۔

اس ملک کے بڑے دینی مدارس جو مالی طور پر بھی مستحکم ہیں اگر اس طرف توجہ دیں تو وہ علماء و مفتی حضرات کا ایک بورڈ تشکیل دے سکتے ہیں جو جدید مسائل پر شائع ہونے والے تمام مواد کا جائزہ لیکر اسے ایک مجموعہ فتاوی کی صورت میں شائع کرے۔

حوالہ جات و مصادر

(۱) تفصیلات اور مزید معلومات کیلئے دیکھئے۔ عبدالحی لکھنوی 'نزھۃ الخواطر۔ حاجی خلیفہ 'کشف الظنون (مطبوعہ استانبول '۱۳۶۰ھ) : قاضی اطہر مبارکپوری 'رجال السند والہند (بمبئی) ۱۹۵۹ء محمد اسحاق بھٹی۔ برصغیر پاک وہند میں علم فقہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ 'لاہور ۱۹۷۳ء)

(۲) فتاوی بابری پر ایک مضمون شیخ فرید احمد برہان پوری کا معارف اعظم گڑھ جولائی ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا ہے۔ اس فتاوی میں دلچسپی رکھنے والے حضرات کیلئے اس کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔
محمد اسحاق بھٹی۔ حوالہ سابقہ / سید صباح الدین 'بزم تیموریہ (نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۹ء) ص: ۴۱

(۳) تفصیلات کیلئے دیکھئے فتاوی عالمگیری کے مؤلفین 'از مجیب اللہ ندوی '(مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری 'لاہور)

(۴) فتاوی عزیزی فارسی زبان میں شاہ صاحب کے بعد مرتب کیا گیا تھا اس میں اکثر تو شاہ صاحب کے اپنے مدون فتاوی ہیں لیکن بعض فتاوی ایسے ہیں کہ ان کی نسبت شاہ صاحب کی طرف صحیح نہیں معلوم ہوتی اس فتاوی میں یہ اشکال ہے کہ فارسی زبان میں اسے مدون کرنے والے کا علم نہیں 'شائد ترتیب دینے والے نے ازارہ عاجزی وانکساری اپنا نام ظاہر نہیں کیا لیکن مدون کا علم نہ ہونے کا وجہ سے کچھ مشکلات ضرور پیدا ہوتی ہیں۔
اس کا اردو ترجمہ مولوی عبدالواحد غازی پوری نے کیا ہے 'پاکستان میں سعید کمپنی کراچ نے شائع کیا ہے۔
شاہ صاحب کے مضمون میں مذکورہ فتاوی کیلئے دیکھئے 'فتاوی عزیزی اردو ترجمہ ص : ۵۵۳

(۵) پاکستان میں یہ مجموعہ فتاوی 'دو کتب خانوں سے شائع ہوا ایک سکندر علی تاجران کتب کراچی نے شائع کیا۔ دوسرا کتب خانہ امدادیہ ملتان ہے جس نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

(۶) دیکھئے مفتی محمد شفیع 'مقدمہ فتاوی دارالعلوم دیوبند۔ روداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۰۴ھ ۱۳۱۰ھ

(۷) احسن الفتاوی کی اب تک آٹھ جلدیں ایچ 'ایم سعید کمپنی کراچی سے شائع ہو چکی ہیں۔